علمی مضامین سلسلہ نمبر۵۳ ، قسط : ۱

''اَلحامد ٹرسٹ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمة اللہ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تا حال طبع نہیں ہو سکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر اِن کو شائع کر دیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد و اخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تا کہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (اِدارہ)

# حضرت مولانا مفتی محمود صاحب نور اللہ مرقدہٗ

## ایک جامع صفات شخصیت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

حضرت مولانا مفتی محمود صاحب نور اللہ مرقدہٗ کو حق تعالیٰ نے جن صفاتِ عالیہ سے نوازا تھا آج سب اہلِ پاکستان اِس کے معترف ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اُنہیں علم و عقل اَور حلم و شجاعت جیسے اَوصافِ عالیہ کا وافر حصہ عطا فرمایا تھا۔ یہ اَوصاف جمع ہوں مگر تقوی نہ ہو تو بھی یہ کمالات ایک نقص کا نشانہ رہتے ہیں اَور اِعتدال میں بہت کمی رہتی ہے اللہ تعالیٰ نے اُنہیں تقوی کی نعمت سے بھی مالا مال کیا۔ خداوند کریم نے اُنہیں موقع بخشا کہ وہ اَپنے علاقے کے ایک بزرگ سے فیضیاب ہوئے اَور منازلِ سلوک طے کیں۔

### اَساتذہ :

حضرت مفتی صاحبؒ نے بہترین اَساتذہ سے علوم حاصل کیے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے اَساتذہ کرام کا تذکرہ بھی کر دیا جائے۔

(۱) حضرت مولانا سیّد فخر الدین اَحمد صاحب رحمة اللہ علیہ سے بخاری شریف پڑھی۔

مولانا فخرالدین صاحبؒ ہاپوڑ ضلع میرٹھ کے رہنے والے تھے دارُالعلوم دیو بند میں حضرت مولانا اَنور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سے بخاری شریف وغیرہ پڑھی تھی اُس زمانہ میں شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحبؒ مالٹہ میں اَسیر تھے۔ مولانا فخرالدین صاحبؒ نے جب مدرسہ شاہی مرادآباد میں پڑھانا شروع کیا تو معقولات وفلکیات کی مشکل کتابیں بھی پڑھاتے رہے اُنہیں تمام علوم میں درجۂ کمال حاصل تھا۔

مدرسہ شاہی کا یہ نام اِس لیے ہے کہ وہ شہر کے وسط میں ایک مسجد کے گرد بنایا گیا ہے یہ مسجد شاہی دَور کی ہے اِس مدرسہ کی بنیاد حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے رکھی تھی اِس لیے اِس کا دُوسرا نام ''جامعہ قاسمیہ'' ہے۔ اَور جب بنیاد رکھنے کے لیے اپیل کی گئی تو کہتے ہیں کہ پردیسی نے سب سے پہلے چندہ دیا تھا اَور عربی میں ''پردیسی'' کو وہاں ''غریب'' کہتے ہیں اِس لیے اِس کا نام حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''مدرسۃ الغرباء'' رکھا تھا۔ یہ نام وہاں پتھر پر دَرج ہے اَور رُوداد میں بھی لکھا جاتا ہے لیکن لیٹر پیڈ وغیرہ پر صرف ''جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی'' تحریر ہے۔ یہ وجہ تسمیہ عوام سے سنی گئی ہے لیکن جامعہ قاسمیہ مرادآباد کی رُوداد ۱۲۹۶ھ میں یہ وجہ تحریر ہے کہ جب حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے مرادآباد تشریف آوری کے موقع پر مدرسہ قائم کرنے کی درخواست کی گئی تو آپ نے فرمایا تھا کہ :

''اگر تم چند آدمی متفق ہو کر غرباء سے چندہ لینا شروع کردو اَور اُمراء میں سے جو صاحب بنظر ثواب شریک ہوں اُن کو شریک کرو تو خدا کے فضل سے اُمید ہے کہ ایک رقم معقول جمع ہو جائے اَور پھر اللہ پر بھروسہ فرما کر یوں فرمایا کہ جاؤ اِس کام میں جلدی کرو۔ اَوّل ایک مدرس عربی جو جملہ کتبِ درسیہ پڑھا سکے اُس کو بہ تنخواہ مقرر کر کے مدرسہ جاری کردو اَور اِنتظام اِس کا غرباء ہی کی رائے پر چھوڑ دو۔''

اِس کے بعد مدرسہ قائم ہوا جو ماہِ صفر ۱۲۹۶ھ سے آج تک جاری ہے وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ تَعَالٰی.
اِس درسگاہ سے بڑے بڑے علماء فارغ التحصیل ہوئے۔ سابق صدر مہتمم دارُالعلوم دیو بند

مولانا حافظ اَحمد صاحب جو حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہما کے صاحبزادے اَور موجودہ مہتمم مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہم کے والد ماجد تھے، یہیں کے فاضل تھے۔

مفتی اعظم ہند مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ، مولانا عبدالغفور صاحب غزنویؒ (سابق قاضی القضاۃ غزنی)، حضرت مولانا محمود صاحب طرزئی ؒ (سابق وزیرِ اعظم اَفغانستان) یہ سب حضرات اِسی مدرسہ کے فارغ التحصیل تھے۔ حضرت مولانا فخرالدین صاحبؒ نے اِس معیاری درسگاہ میں بہت طویل عرصہ پڑھایا کہ مراد آباد وہی گویا اُن کے لیے وطن بن گیا۔ ۱۹۴۴ء میں حضرت مولانا سیّد حسین اَحمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانۂ اِسارت میں اَور پھر اُن کی وفات کے بعد سے لے کر خود اپنی وفات تک دارُالعلوم دیوبند میں بخاری شریف پڑھاتے رہے، دارُالعلوم کے شیخ الحدیث رہے اَور جمعیۃ علماءِ ہند کے صدر رہے اُنہوں نے بخاری شریف (مراد آباد اَور دیوبند میں مِلا کر) تقریبًا ساٹھ سال پڑھائی ہے۔ ۷۲ء میں علالت بڑھنے پر مراد آباد گئے وہیں وفات پائی اَور مدفون ہوئے۔

رحمہ اللہ (تاریخ وفات: ۲۰ رصفر ۱۳۹۲ھ)

مدارسِ عربیہ میں ریٹائرمنٹ اَور زیادہ عمر ہوجانے پر ''عالم'' کی صلاحیتیں ختم ہوجانے کا عقیدہ نہیں ہے۔ اِس لیے ہر عالم بحمداللہ تا وفات پڑھاتا رہتا ہے اُس کی جسمانی کمزوری کی یہ رعایت کردی جاتی ہے کہ اَسباق کی تعداد کم کردی جاتی ہے۔

مولانا فخرالدین صاحبؒ کی وفات اُن دِنوں میں ہوئی جب مفتی صاحب وزیرِ اعلیٰ ہونے ہی والے تھے۔ تقریبِ وزارت کے موقع پر (جمعیۃ علمائے اِسلام) موجودہ نظام العلماء کے سب اَراکین وغیرہ پشاور گئے تھے میں نے اِسی موقع پر حضرت مفتی صاحب کو اِن کی وفات کی اِطلاع دی تھی۔

(۲) حضرت مفتی صاحبؒ کے دُوسرے اُستاذِ جلیل حضرت مولانا عجب نور صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ مولانا عجب نور صاحبؒ بنوں کے رہنے والے تھے۔ علومِ عقلیہ کی تحصیل ریاست بھوپال میں نہایت قابل اَساتذہ سے کی تھی فلکیات میں بہت مہارت تھی خود بھی بہت مطالعہ کرتے تھے اَور ایسے طلبہ سے بہت خوش رہتے تھے جو اُن سے دَورانِ سبق میں دَقیق سوالات کرے گذشتہ پڑھی ہوئی کتابیں

یاد ہوں اَور مطالعہ کا عادی ہو، وہ سوالات کی کثرت سے خوش ہوا کرتے تھے۔ علم فلکیات کی کتاب ''تصریح'' پڑھاتے وقت ما بین السطور بھی پڑھایا کرتے تھے۔ بہت جسیم اَور جہیر الصوت تھے تقسیم کے بعد اپنے وطن بنوں تشریف لے آئے اَور مدرسہ معراج العلوم کی بنیاد ڈالی۔

مدرسہ شاہی میں ۱۹۴۴ء میں اِنہیں حدیث کی بڑی کتاب مسلم شریف دی گئی۔ حدیثِ پاک ایسا مضمون ہے جس میں بے حد حلاوت اَور وسعت ہے چنانچہ جب اِنہوں نے معراج العلوم کی بنیاد ڈالی تو وہاں بخاری شریف بھی خود پڑھاتے رہے اَور سب علوم وفنون عقلیہ سے اِن کی طبیعت کلیۃً ہٹ گئی۔

مولانا عجب نور صاحب سے حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہما نے فلسفہ، منطق (معقولات) کی بڑی کتابیں، فلکیات کی کتابیں اَور فقہ حنفی کی مہتم بالشان کتاب هدايه آخيرين پڑھی۔

(۳) والدِ محترم حضرت مولانا سیّد محمد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اُنہوں نے علم اَدب (عربی) کی تمام کتابیں پڑھیں اَور حدیث کی اہم کتاب ترمذی شریف پڑھی۔

(۴) جامعہ قاسمیہ میں حضرت مولانا قاری محمد عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مدرس قراءت وتجوید تھے اِن سے حضرت مفتی صاحبؒ نے قراءتِ سبعہ وعشرہ پڑھیں، مولانا قاری عبداللہ صاحب تھانہ بھون کے رہنے والے تھے، علم قراءت پر کمال درجہ کا عبور حاصل تھا۔

حضرت اَقدس مولانا اَشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے کہ

''مجھے عرصہ سے مسئلہ ''ضاد'' میں اِشکال تھا جو کسی سے حل نہ ہوتا تھا حتی کہ عزیزی قاری عبداللہ آئے۔''

حضرت تھانویؒ کے مجموعۂ فتاوی کے پہلے نسخوں میں اِس مضمون کا نوٹ تھا جو بعد کے نسخوں میں حذف کر دیا گیا حضرت مفتی صاحبؒ اِس پر اِظہارِ اَفسوس فرماتے تھے۔

خداوندِ کریم نے نہایت اَعلیٰ سیاسی بصیرت بھی بخشی تھی ایسی بصیرت کہ جس کی تعریف حضرت مفتی صاحبؒ آخر وقت تک کرتے رہے۔ اُنہوں نے اَنگریز کے دَور میں تحریکِ آزادی میں قید و بند کی صعوبتیں بھی اُٹھائی تھیں۔

یہ سب حضرات جو اَعلیٰ درجہ کے اہلِ علم و کمال تھے حضرت مفتی صاحبؒ کے بڑے اَساتذہ تھے مگر کسی صاحبِ کمال سے کچھ حاصل کرنا یہ حاصل کرنے والے کی اپنی صلاحیت پر موقوف ہوتا ہے اِس لحاظ سے حضرت مفتی صاحبؒ کے بارے میں کہا جائے گا کہ یہ اُن کا کمال تھا۔

**تعظیمِ اَساتذہ :**

اَور علومِ دینیہ میں جب تک اَساتذہ خوش نہ ہوں یا طالبِ علم کے دِل میں اَساتذہ کی محبت وعظمت نہ ہو اُس وقت تک علم حاصل کرنے والے سے آگے سلسلۂ فیض نہیں چل سکتا۔ حضرت مفتی صاحبؒ ایسے ہی خوش قسمت تھے کہ جن سے اَساتذہ خوش تھے اَور وہ اَساتذہ کا بہت احترام کرتے تھے۔

۱۹۷۰ء میں میری خوش دامن صاحبہ دیوبند سے لاہور تشریف لائی ہوئی تھیں مفتی صاحب بھی جامعہ مدنیہ تشریف لائے جب اُنہیں اِن کی موجودگی کی اِطلاع ہوئی تو فوراً اِن کے لیے ہدیہ اِرسال فرمایا میں نے منع کیا تو فرمایا کہ آخر وہ میرے اُستاذ (حضرت مولانا عبدالحق صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ) کی اہلیہ ہیں میرے لیے بہت قابلِ اِحترام ہیں۔

۱۹۶۷ء میں حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے تو حضرت مفتی صاحبؒ جامعہ میں حاضر خدمت ہوئے اَور دو دِن قیام فرمایا اُن کے ساتھ ۱۹۶۵ء کے محاذِ لاہور کے نشانات شالامار اَور مقبرہ جہانگیر وغیرہ (تاریخی) مقامات دیکھے۔

اِس تعلق کی بنا پر جب مفتی صاحبؒ وزیرِ اَعلیٰ ہوئے تو والد صاحب نے اُنہیں ایک گرامی نامہ تحریر فرمایا جس میں مبارکباد کے ساتھ تقوے پر قائم رہنے کی تلقین تھی کہ حق تعالیٰ کی طرف سے رہبری ہوتی رہے گی کیونکہ ایک مقام تک پہنچ جانا آسان ہے اَور قائم رہنا مشکل ہے۔

اِتنا مضمون مجھے یاد ہے مضمون کی تقویت کے لیے جس آیت سے اِستدلال فرمایا گیا تھا وہ یہ تھی :

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّکُمْ فُرْقَانًا. (الانفال : ۲۹)

''اے اہلِ ایمان! اگر تم تقوی اِختیا کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان (حق و باطل کی سمجھ دے کر) فیصلہ کردے گا۔''

میں نے اُن کا یہ گرامی نامہ مفتی صاحب کو لاہور اِسٹیشن پر پہنچایا جب وہ وزیر اعلیٰ سرحد ہونے کے بعد ریل سے سفر کر رہے تھے اَور اِسٹیشنوں پر اِستقبال کیا جا رہا تھا۔

حضرت مفتی صاحب نے بتلایا کہ جس زمانہ میں والد صاحبؒ ''علماء ہند کا شاندار ماضی'' لکھ رہے تھے تو ایسا بھی ہوتا رہا ہے کہ اُنہوں نے اِس کے مسودے کو صاف کر کے لکھا ہے۔

۱۹۴۱ء تک مفتی صاحب جامعہ قاسمیہ میں رہے ہیں اُن دِنوں میں قرآنِ پاک کی تعلیم سے فارغ ہوا تھا۔ فارسی قواعد کا مروجہ رسالہ جس کا نام ''رسالۂ نادر'' ہے (اَور وہ مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی کے والد صاحب کی تصنیف ہے جو دارُالعلوم دیوبند میں مدرس فارسی تھے) والد صاحب نے مجھے شروع کرایا پھر مفتی محمود صاحب سے فرمایا کہ وہ مجھے اِس رسالہ کا سبق دے دیا کریں مجموعی طور پر میں نے اِس کتاب کے اَندازاً اچھ سات سبق پڑھے تھے پھر یا تو سالانہ چھٹیاں ہوگئیں یا با قاعدہ فارسی کی کلاس میں داخلہ ہوگیا۔

ہمارا وطن تو دیو بند ہے اَور میں نے وہیں قرآنِ پاک کی تعلیم شروع کی تھی لیکن والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ مراد آباد میں مدرس تھے اِس لیے میں نے بھی جامعہ قاسمیہ ہی میں پڑھا ہے پھر آخری دو سال دارُالعلوم دیو بند میں پڑھ کر تکمیل کی ہے۔

غرض حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اُس وقت کا تعارف حاصل ہے پھر پاکستان آنے کے بعد سے تاحیات تعلقات رہے اَور وہ میرے ساتھ اِسی طرح حسن ِسلوک فرماتے رہے جیسے کسی اُستاد زَادے کے ساتھ سلوک کیا جاتا ہے بلکہ میری اَولاد کے ساتھ بھی اِسی طرح بہت ہی زیادہ شفقت ومحبت کا سلوک فرماتے رہے۔ (جاری ہے)

رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی رَحْمَةً وَّاسِعَةً

(جاری ہے)

علمی مضامین سلسلہ نمبر۵۳ ، قسط : ۲

''اَلحامد ٹرسٹ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تاحال طبع نہیں ہو سکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر اِن کو شائع کر دیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد و اخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (اِدارہ)

# حضرت مولانا مفتی محمود صاحب نور اللہ مرقدہٗ

## ایک جامع صفات شخصیت

### تصوف، تدریس اَور اِفتاء :

بہارِ عالم حُسنَش دو عالم تازہ میدارد
برنگ اَربابِ صورت را بو اَربابِ معنے را

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۴۱ء میں فراغت کے بعد بہت محنت سے تمام علوم کی تدریس میں مشغول رہے لیکن عشقِ مذہب اَور حبِ وطن کے تقاضوں کے تحت سیاست میں بھی حصہ لیتے رہے۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں حصہ لیا اَور اَسیر رہے۔

۱۹۴۱ء کے بعد ہی کا زمانہ ہے جب حضرت مفتی صاحبؒ نے اَپنے علاقہ کے ایک بزرگ شیخِ طریقت سے منازلِ سلوک طے کیں اَور طریقۂ نقشبندیہ میں مجاز ہوئے۔

مفتی صاحبؒ کے آخری دَور کی سیاسی شہرت سے خیال ہوتا ہے کہ وہ ایک سیاسی لیڈر ہی تھے حالانکہ وہ بہت بڑے مدرس بھی تھے۔ حدیث، تفسیر، فقہ کے علاوہ فلکیات ،فلسفہ اَور منطق کے بہت قابل ترین اُستاذ تھے۔ حق تعالیٰ نے سب علوم میں کمال اَور دِقّتِ نظر سے نوازا تھا وہ اِس دَور کے بہت ہی بلند پایہ فقیہ و مفتی بھی تھے۔ اِن مشاغل کے ساتھ منصبِ اِفتاء پر بھی فائز رہے اَور مدرسہ قاسم العلوم

میں اِن کے ہاتھ سے بیس ہزار سے زائد فتاوی تحریر ہوئے۔

اِن سب کمالات میں جان ڈالنے والی چیز تقوی اَور وہ معرفتِ اِلٰہیہ تھی جو ذکر اِلٰہی اَور مراقبات سے مبدءِ فیاض سے عطا ہوا کرتی ہے۔ ایسا اِنسان ضرور مافوق الفطرت ہوجاتا ہے ؎

فَاِنَّ الْعِلْمَ نُوْرٌ مِّنْ اِلٰہٖ
وَ نُوْرُ اللّٰہِ لَا یُعْطٰی لِعَاصٍ

رُؤیتِ ہلال، عائلی قوانین، مشینی ذبیحہ وغیرہ ایسے مسائل تھے جو پوری قوم سے تعلق رکھتے تھے جب اُنہوں نے اِن مسائل پر رائے دی تو وہ اَخبارات میں شائع ہوئی اَور اُن کی بالغ نظری اَور بلند ترین فقہی مقام مُلک کے سب علماء کے سامنے آیا اَور اَب آخر میں مسائلِ زکوۃ پر گفتگو چل رہی تھی۔

غرض بنیادی طور پر حضرت مفتی صاحبؒ ایک اَعلیٰ مدرس، فقیہ وقت، عارف باللہ اَور متقی تھے۔ لیکن اَیوب خاں کے آخری دَور سے قیادتِ حزبِ اِختلاف اَور قیادتِ تحریکِ نظامِ مصطفیٰ تک وہ عوام میں بحیثیت لیڈر معروف ہوگئے۔ اَور یہ حقیقت ہے کہ اُن کی کامیاب قیادت مذکورہ بالا بنیادوں پر مبنی تھی۔ اگر کوئی اُن جیسا بننا چاہے تو اُسے یہی راہ اِختیار کرنی ہوگی ورنہ وہ فقط سیاسی شخص ہوکر رہ جائے گا اُن کی زندگی اُن کے بعد والوں کے لیے سبق ہے اَور اُصولاً یہی مذہبی تعلیمات کے عین مطابق ہے۔

## اِحیاءِ جمعیۃ :

حضرت مفتی صاحبؒ کا تعلق اَکابر جمعیۃ علماءِ ہند سے تھا وہ سب حضرات مذکورہ بالا اَوصاف کے حامل تھے۔ قیامِ پاکستان کے بعد اِس جماعت سے تعلق رکھنے والے بزرگ شیخ التفسیر حضرت مولانا اَحمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ مغربی پاکستان کے قلب ''لاہور'' میں تشریف فرما تھے۔ مولانا محمد نعیم صاحب لدھیانوی، مولانا عبدالحنان صاحب ہزاروی اُسی جمعیۃ کے پرانے اَرکان وعہدہ داران رہ چکے تھے۔ حضرت مولانا مفتی محمود صاحب نے اِن سب حضرات کو ملتان میں جمع کیا اِن کے ساتھ پورے مُلک کے چیدہ چیدہ علماء کو بھی مدعو کیا۔ اَراکینِ جمعیۃ علمائے اِسلام (جنکے قائد علامہ شبیر اَحمد عثمانی

رہ چکے تھے ) کو بھی مدعو کیا۔

یہ ۱۹۵۶ء کی بات ہے میں خود بھی اِس میں شریک تھا یہ اِجلاس حاجی باران خاں کی زیر تکمیل کوٹھی میں ہوا۔ حضرت مولانا اَحمد علی صاحب کو اَمیر منتخب کیا گیا اَور دیگر عہدہ دَاران کا بھی اِنتخاب ہوا، اِجلاس میں شریک مولانا غلام غوث صاحب کو ناظم منتخب کیا گیا۔

یہ سب کارروائی مولانا مفتی محمود صاحب نے کی تھی جو وقت اَور ضرورت کے عین مطابق تھی۔ کام کرنے والے سب علماء مجتمع ہو گئے اَور جمعیۃ کا اِحیاء ہو گیا۔ خداوند کریم نے مفتی صاحبؒ کی اِس کوشش کو بار آور فرمایا۔ علماء اِن حضرات کی سرکردگی میں دینی اَور سیاسی خدمات اَنجام دیتے رہے مفتی صاحب کی اپنی جماعت یہی تھی اَور ہے اَور اِنشاء اللہ رہے گی۔ یہ جماعت اُن کے ''باقیات الصالحات'' میں سے ہے اَور اُن کے لیے صدقۂ جاریہ۔ رَحِمَہُ اللّٰہُ

حضرت مولانا اَحمد علی صاحبؒ تحریک شیخ الہندؒ میں کام کر چکے تھے اَنگریزوں کی سی آئی ڈی کی رپورٹ میں اِن کے بارے میں لکھا گیا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے :

> ''مولوی عبداللہ سندھی کابل میں مولوی عبید اللہ سے جو فتاوی اَور خطوط لایا تھا وہ ایم اَحمد علی کے لیے تھے جس نے تمام خطوط وغیرہ مکتوب الیہم میں ٹھیک تقسیم کرادیے تھے اُس کا رابطہ محی الدین عرف برکت علی بی اے آف قصور، خواجہ عبدالحیٔ آف گور دَاسپور، ڈاکٹر صدرالدین، اَبوالکلام آزاد، حسرت موہانی وغیرہ وغیرہ سے تھا۔'' ''جنودِ ربانیہ'' [1] کی فہرست میں وہ کرنل ہے، بعد کی تحقیقات سے ثابت ہوا ہے کہ ایم اَحمد علی اِتحادِ اِسلامی کی سازشِ جہاد کا ایک سرگرم ممبر تھا۔ نَظَارَۃُ الْمَعَارِفْ میں اُس کی رہائشگاہ وقتاً فوقتاً سازشوں کے لیے ملنے اَور

[1] جنودِ ربانیہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی خفیہ تنظیم کا نام ہے جس میں جناب حاجی صاحب ترنگزئی رحمۃ اللہ علیہ بھی بڑے عہدہ پر فائز تھے وہ جنودِ ربانیہ میں لیفٹیننٹ جنرل تھے۔ (تحریک شیخ الہندؒ ص ۴۲۶) کوہستانی مُلا یا فقیر جو سوات میں ''سندا کی مُلا'' کے نام سے معروف تھے، جنودِ رَبانیہ کے لیفٹیننٹ جنرل تھے۔ (تحریک شیخ الہند ص ۴۳۹)

سازشیں گھڑنے کے لیے مرکز کا کام دیتی تھی اَور آزاد علاقہ کو جانے اَور وہاں سے آنے والے سازشی اِس میں ٹھہرا کرتے تھے۔''

تحریک شیخ الہندؒ ص ۳۹۱ (اِنڈیا آفس لندن میں محفوظ ریکارڈ کا اُردو ترجمہ)

اِس وقت موجودہ حضرات میں حضرت مولانا اَحمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہی اِمارتِ جماعت کے لیے سب سے موزوں تھے اُنہیں ہی اَمیر منتخب کیا گیا دیگر عہدہ دَاران کا بھی اِنتخاب ہوا۔

**اِسلامی طرزِ سیاست :**

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جس جماعت کے ساتھ زمانۂ طالب علمی سے وابستہ ہوئے تھے وہ یہی جماعت تھی، علم اَور تقوے کی طرح سنجیدگی اَور اِعتدالِ فکر اِس جماعت کی شان رہی ہے۔

(۱) اِس جماعت میں علماء کی طرح سجادۂ نشین حضرات اَور دیگر تعلیم یافتہ طبقے اَور عوام سب ہی شامل رہتے آئے ہیں۔ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحبؒ کی حیاتِ طیبہ اَور اُن کی ''تحریک ریشمی رُومال'' کے مطالعہ سے جمعیۃ کے ماضی قریب کی معلومات حاصل ہوسکتی ہیں۔

(۲) اِس جماعت میں ہمیشہ بکثرت اہل اللہ شامل چلے آئے ہیں۔

(۳) اَفراط وتفریط، بدزبانی، بیہودہ گفتگو، ترش رُوئی، سب وشتم، تکفیر وغیرہ جیسی چیزیں اِس جماعت کے مزاج کے خلاف ہیں۔ اِیثار وقربانی، بےلوثی، للّٰہیت اِس کا طرۂ اِمتیاز ہے۔

جبکہ آج کل مسلم ممالک میں بھی اَنگریزی سیاست ہی مروج ہے جس میں اِفراط وتفریط، بدزبانی، جھوٹ وغیرہ سب لوازم سیاست میں شمار کیے جاتے ہیں۔ اِس قسم کی سیاست سے اِسلام نے منع کردیا ہے یہ آج سے چودہ سو سال پہلے بھی کافروں کی سیاست تھی اَور آج بھی ہے مگر اِسلام نے اِسے سمجھنا ضروری اَور اِس کا اِستعمال ممنوع قرار دیا ہے۔

آخری دَور میں آپ نے دیکھا کہ بھٹو صاحب نے دَولتانہ، قیوم خاں وغیرہ کا کس کس قسم کا مذاق اُڑایا اَور پھر اُنہیں ہی عہدے دیے۔ یہی آج کل کی رائج الوقت سیاست ہے۔ کہا جاتا ہے :

''سیاست میں کوئی چیز حرفِ آخر نہیں ہوتی ''

غیر اِسلامی سیاست کا یہ (اُصول) وہ پھاٹک ہے جس میں عہد شکنی بھی داخل ہے۔

اِسلام نے اِس کے بالمقابل ایک اُصول بتلایا ہے کہ غیر مسلموں کے عہدو پیمان پر بالکل بھروسہ نہ کرو لیکن اَخلاقی برتری قائم رکھتے ہوئے خود کوئی عہد شکنی نہ کرو۔ عہد شکنی اَکبر کبائر میں ہے۔ معاہدہ کے بعد اُن پر اَچانک حملہ ناجائز ہے۔

اِسلام کا ''مارشل لاء'' اَور ''خارجہ معاملات'' کس قسم کے ہوں اِس کے متعلق اِمام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی ''سِیَرِ کَبِیْر'' ملاحظہ ہو شمس الائمہ سرخسی رحمۃ اللہ علیہ کی شرح سمیت یہ کتاب پانچ جلدوں میں ہے۔

ہمارے اَکابر کا اُصول وہی رہا ہے جو اِسلام نے بتلایا ہے کہ کافروں کے مکروفریب دَاؤ پیچ کو سمجھو اَور اُن کے وعدوں وغیرہ پر اِعتماد نہ کرو، بدزبانی اَور لغویات سے اِحتراز کرو۔ اِیثار وللّٰہیت اَور بے لوثی پر عمل پیرا رہو۔

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کو سب سے زیادہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے عقیدت تھی اُن کا طرزِ سیاست جو پُر اِعتدال تھا اُنہوں نے اَپنا رکھا تھا اُن کا پر اِعتدال ہونا لفظی دعوی نہیں ہے ایک حقیقت ہے اِس کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں :

(الف) پاکستان بننے کے وقت جمعیۃ علماءِ ہند کا نظریہ یہ تھا کہ تقسیمِ مُلک نہ ہو۔ جن صوبوں میں مسلمان اَکثریت میں ہیں وہ اَلگ مُلک بن جانے کے بعد بقیہ پورے ہندوستان کے مسلمانوں کو فائدہ نہ پہنچا سکیں گے۔ اَور یہ ساڑھے چار کروڑ بھارت میں رہ جانے والے مسلمان جو پہلے ہی اَقلیت میں ہیں اَور کمزور ہوجائیں گے۔ اِس لیے تقسیمِ مُلک سارے مسلمانوں کے لیے مفید حل نہیں ہے بلکہ چار پانچ اُمور کے سوا جن میں دفاع وغیرہ شامل تھا باقی اُمور میں صوبوں کی خودمختاری اَور مرکز میں پینتالیس فیصد مسلمانوں کی شمولیت زیادہ مفید حل ہوگا۔ اَور بہت دفعہ اُنہوں نے مطالبہ کیا کہ مسلم لیگ اَور پورے ہندوستان کے مسلمان دَانشور جمع ہوکر اِس پر غور کریں پھر جو فیصلہ ہوگا ہم بھی اُس میں آپ کے ساتھ ہوں گے سب مِل کر کام کریں گے۔

ملاحظہ فرمائیں : ''کشفِ حقیقت'' تحریر حضرت مولانا اَلسیّد حسین اَحمد اَلمدنی رحمہ اللہ۔

اُس وقت اِتنے زیادہ اِختلاف کے موقع پر کھلے اَلفاظ میں دعوتِ غور وفکر دینا اَور کھلے دِل سے ساتھ دینے کا وعدہ شائع کرنا نہایت دَرجہ اِعتدال پسندی ظاہر کرتا ہے، اِسی طرح حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریرات میں اِختلاف کے باوجود کئی جگہ یہ ذکر بھی موجود ہے کہ مسلم لیگ کے ذمہ دار حضرات کشمیر بھی پاکستان میں داخل کریں کیونکہ پاکستان میں ''کاف'' کشمیر کا ہے۔ اُنہوں نے جالندھر ڈویژن کی طرف بھی توجہ دلائی ہے کہ تقسیم کا اُصول تسلیم کر لیے جانے کے بعد اِس ڈویژن میں یہ اُصولی سوالات اُٹھیں گے۔ سب کے علم میں ہے کہ اِس کے بالمقابل مسلم لیگ کا نظریہ تھا کہ تقسیمِ ملک ہو۔ مسلم لیگ اِلیکشن میں کامیاب ہوگئی (اَور) تقسیم منظور ہوگئی۔

(ب) مولانا اَبو الکلام آزاد کانگریس میں کام کرتے تھے لیکن وہ اِبتدائی دَور میں حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک کے اہم ممبر رہے تھے۔ اُس وقت اُن کے بارے میں اَنگریز کی سی آئی ڈی رپورٹ یہ تھی :

> ''محی الدین کنیت، اَبوالکلام آزاد ''اَلہلال'' کا بدنام اَیڈیٹر، اَنجمن حزب اللہ اَور کلکتہ دارُالارشاد کالج کا بانی، دِلی کا باشندہ ہے لیکن تعلیم عرب میں پائی ہے، اِنتہائی درجہ میں اِتحادِ اِسلامی کا حامی ہے نہایت کٹر اَنگریز دُشمن اَور بے حد متعصب ہے۔ دیوبند کی سازشِ جہاد کا نہایت سرگرم رُکن تھا۔ یقین کیا جاتا ہے کہ حالیہ شورش میں اِس نے ہندوستانی متعصبوں کو روپے کی اَور دُوسری طرح کی مدد دی ہے۔ جنودِ ربانیہ کی فہرست میں لیفٹیننٹ جنرل ہے۔'' (تحریکِ شیخ الہند ص ۳۸۸)

کہنے کی بات یہ ہے کہ جس وقت مسلم لیگ اِلیکشن میں کامیاب ہوگئی تو وہی مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت مان لی گئی۔ مولانا آزاد نے اپنی رائے جو حدودِ پاکستان کے بارے میں تھی مسلم لیگ کے اَعلیٰ ذمہ دار حضرات تک پہنچائی کہ پنجاب کی تقسیم ہرگز نہ مانیں۔ اِختلاف کے باوجود اُن کے نزدیک جو بہترین رائے ہوسکتی تھی وہ اُنہوں نے پیش کی یہی وہ اِعتدالِ فکر ہے جو اِس جماعت کا اَور اِس جماعت سے قریب یا متعلق حضرات کا خاصہ رہا ہے۔ (مولانا آزاد کا اِتنا تعلق جمعیۃ علماء سے

تاحیات رہا ہے کہ وہ کبھی کبھی اِس کی مجلس شوری میں شرکت کرتے رہے ہیں )

(ج) مولانا آزاد سے قریبی تعلق رکھنے والے سینکڑوں اَفراد پاکستان آئے ہیں اُن سے مل کر بھی آئے ہیں اُن سے اِجازت لے کر بھی آئے ہیں اُنہوں نے ہر بااَثر کارکن کو یہی ہدایت کی ہے کہ وہ پاکستان جاکر اِس کے اِستحکام اَور مضبوطی کے لیے کوشاں رہے۔

(د) حضرت مولانا اَلسیّد حسین اَحمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء تک پاکستان بننے کی مخالفت کرنے والوں میں سب سے آگے تھے وہ کہتے تھے کہ اِس سے اِسلام اَور مسلمانوں دونوں کو سخت نقصان پہنچے گا لیکن ۱۴ اگست کے بعد اِسی پاکستان کو اِس کے بن جانے کے بعد تسلیم کرلیا اَور جب کسی نے ایک مجلس میں پوچھا کہ حضرت پاکستان کے لیے اَب آپ کا کیا خیال ہے تو حسبِ معمول سنجیدگی و بشاشت سے فرمایا کہ :

" مسجد جب تک نہ بنے اِختلاف کیا جا سکتا ہے لیکن جب وہ بن گئی تو مسجد ہے "

(شیخ الاسلام نمبر اَلجمعیۃ دہلی ص ۱۷ کالم نمبر ۱)

(ہ) نواب زادہ لیاقت علی خاں شہید ہوئے تو اِس پر بعض حضرات نے کہا کہ مقتولین فی سبیل اللہ میں اِن کا شمار نہیں ہے اِس لیے وہ شہید نہیں ہیں۔ سیّد رشید الدین صاحب نے ظہر بعد مجلس میں جب معترضین بھی تشریف فرما تھے با آوازِ بلند تفصیل کے ساتھ اِستفسار کیا۔ حضرت نے فرمایا :

" کون جاہل اِس میں شک کرتا ہے بیشک وہ شہید ہوئے "

(روزنامہ اَلجمعیۃ شیخ الاسلام نمبر ص ۱۲۳ کالم نمبر ۴)

نواب زادہ لیاقت علی خاں مرحوم سہارنپور کے متصل ضلع کے رہنے والے تھے، بہت مخالفت رہی تھی لیکن حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا اِعتدال و اِنصاف ملاحظہ ہو۔

بر کفے جام شریعت بر کفے سندانِ عشق
ہر ہوسناکے نداند جام و سنداں باختن

حدیث شریف میں آتا ہے کہ کامل الایمان شخص کو اِتنا منصف مزاج ہونا چاہیے کہ وہ اپنے آپ سے بھی اِنصاف کرنے لگے۔

وَقَالَ عَمَّارٌ ثَلٰثٌ مَنْ جَمَعَهُنَّ فَقَدْ جَمَعَ الْاِيْمَانَ : اَلْاِنْصَافُ مِنْ نَفْسِكَ وَبَذْلُ السَّلَامِ لِلْعَالَمِ وَالْاِنْفَاقُ مِنَ الْاِقْتَارِ.

(بخاری شریف کتاب الایمان رقم الحدیث ۲۷)

''تین چیزیں ایسی ہیں جو اِنہیں عمل میں جمع کر لے تو اُس نے اِیمان کے سب کام جمع کر لیے: (۱) اپنے آپ سے بھی اِنصاف (۲) سب کو سلام کرنا (۳) اَور فقر کے وقت بھی خرچ کرنا۔''

حضرت مدنی رحمہ اللہ اِن اَوصافِ کمالیہ کے ساتھ نہایت خوش مزاج، بذلہ سنج، نکتہ رس، ہمیشہ حاضر دماغ، نہایت درجہ حاضر جواب، بہت حلیم، بہت معاف کرنے والے تھے۔ خوش طبعی بھی علمی رنگ لیے ہوتی تھی، حاضرینِ مجلس خصوصًا اہلِ علم اَکثر اَوقات اِن کی خوش طبعی سے محظوظ ہوتے رہتے تھے لیکن جس وقت وہ خاموش ہوں اُس وقت پوری مجلس پر سکوت طاری رہتا تھا یہ قدرتی بات تھی۔

اِن اَوصافِ عالیہ کی وجہ سے مفتی صاحب کو اُن سے تعلق بڑھا جو عمر کے آخر حصہ تک بڑھتا ہی گیا۔ حضرت مدنیؒ کا یہی رنگِ سیاست حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر اَثر اَنداز ہوا وہ بہت زیادہ معتدل المزاج ہوگئے۔ اُن کی معتدل مزاجی ہی تھی جس کی وجہ سے وہ تحریک نظامِ مصطفیٰ کی کامیاب قیادت فرما گئے اَور یہی نرم خوئی اَور سچائی تھی جس کی وجہ سے وہ بھٹو صاحب کے طعنوں سے بچتے رہے اَور بھٹو صاحب بھی اُن کی عزت کرتے رہے۔

اُنہوں نے وزارتِ عُلیا سنبھالی تو اَپنا دَامن بچائے رکھا عدل و اِنصاف سے کام لیا حتی کہ اِس سے بعض ساتھی خفا بھی ہوگئے لیکن اُنہوں نے اِس موقع پر نہ اپنے لیے کوئی نفع اَندوزی کی نہ اپنی جماعت کے لیے نہ اپنی جماعت کے ساتھیوں کے لیے۔ اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ اُنہیں قیامت کے دِن اِس کا اَجرِ عظیم دیں گے اَور وہ مُسندِ اَبی حنیفہؒ کی اِس حدیث کے مصداق ہوں گے۔

اِنَّ اَرْفَعَ النَّاسِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ اِمَامٌ عَادِلٌ. (ص۲۱۹)

''قیامت کے دِن سب سے بلند درجہ حاکمِ عادل کا ہوگا۔''

اُنہوں نے اَپنے دَور میں اَمن کے لیے عالم ہونے کی حیثیت کا بھی اِستعمال کیا۔قتل کے قضیے جن کی دُشمنی وہاں نسلاً بعدنسلٍ چلتی ہے اپنی عالمانہ حیثیت سے ترغیب دے کر ختم کرائے۔ اِس کی فضیلت اَحادیث میں آئی ہے کہ :

مَنْ عَفٰی عَنْ دَمٍ لَمْ یَکُنْ لَهٗ ثَوَابٌ اِلَّا الْجَنَّةُ. (مُسندِ اَبی حنیفه ص ۲۱۷)

''جوکوئی خون معاف کردے تو اُس کا ثواب بجز جنت کے کچھ ہے ہی نہیں۔''

(جاری ہے)

علمی مضامین سلسلہ نمبر۵۳ ، قسط : ۳ ، آخری

''اَلحامد ٹرسٹ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمة اللہ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تاحال طبع نہیں ہو سکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر اِن کو شائع کر دیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد و اخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (اِدارہ)

# حضرت مولانا مفتی محمود صاحب نور اللہ مرقدہٗ

# ایک جامع صفات شخصیت

## حق گوئی :

یہ نیکی بھی اُن کا صدقۂ جاریہ اُور قابلِ تقلید عمل ہے۔ حدیثِ پاک میں آتا ہے : قُلِ الْحَقَّ وَاِنْ کَانَ مُرًّا۔ حق بات کہو اگرچہ تلخ ہو اور اَفْضَلُ الْجِهَادِ کَلِمَةُ حَقٍّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ تو مشہور ہی ہے۔

حضرت مفتی صاحب اِس پُر عزیمت اُصول پر ہمیشہ قائم رہے وہ ہمیشہ اِظہارِ حق کرتے ہی رہے ہیں لیکن اِظہارِ حق کرنا بھی ہر ایک کا کام نہیں ہے حق تو خود ہی کڑوا ہوتا ہے اُسے مزید تلخ کر کے بیان کیا جائے تو اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ کے خلاف ہو جاتا ہے اِس سے کما حقہ فائدہ نہیں ہوتا۔ حضرت مفتی صاحبؒ اُن حضرات میں سے تھے جو اِس کا حق اَدا کر سکتے تھے لیکن اِس کی پاداش سے پھر بھی نہیں بچ سکتے تھے وہ اِس قسم کے آثار دیکھ کر مطمئن ہوا کرتے تھے۔

مثلاً اُنہوں نے متعدد بار یہ بات بتلائی کہ وزارت سنبھالنے سے پہلے میرے پیچھے سی آئی ڈی لگی رہا کرتی تھی وزارت سے مستعفی ہونے کے بعد بھی چند ماہ ایسے گزرے کہ سی آئی ڈی نے پیچھا نہیں

کیا تو میں اپنے دِل میں سوچا کرتا تھا کہ کیا میں اَپنے اَسلاف کی راہ سے ہٹ گیا ہوں حتی کہ ایک دِن میں نے اَپنے پیچھے سی آئی ڈی کی گاڑی دیکھی تو خدا کا شکر اَدا کیا۔ ؎

غزالاں تم تو واقف ہو ، کہو مجنوں کے مرنے کی
دیوانہ مر گیا آخر کو ، ویرانے پہ کیا گذری

رَحِمَهُ اللّٰهُ رَحْمَةً وَّاسِعَةً

## حضرت مفتی صاحبؒ اَور جمہوریت :

یورپ وغیرہ میں تو جمہوریت کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ کثرتِ رائے سے جو بھی فیصلہ ہوجائے اچھا ہو یا برا وہ نافذ العمل ہو۔ لیکن حضرت مفتی صاحبؒ اَور ملک کے تمام علماء کی مراد یہ کبھی بھی نہیں ہوئی (اَور نہ ہی کسی مسلمان کی یہ مراد ہو سکتی ہے) وہ جب لفظ ''جمہوریت'' اِستعمال کرتے تو اُن کی مراد ''اِسلامی جمہوریت'' ہوتی تھی یعنی وہ اَحکام جو شریعتِ مطہرہ نے بتلا دیے ہیں رائے زَنی سے ہمیشہ بالا رہیں باقی اُمور پر رائے کا حق ہو اِس کا نام ''اِسلامی جمہوریت'' ہے۔ چونکہ جمہوریت کا ایک بہت بڑا فائدہ یہ ہے کہ حکومت بادشاہت اَور آمریت میں تبدیل ہونے سے بچی رہتی ہے اَور حکام کی غلطیوں کا اِحتساب ہوتا رہتا ہے اِس لحاظ سے مفتی صاحب جمہوریت کے شدت سے حامی تھے اَور یہ اِسلامی نظام کے ساتھ مفید طرح جمع ہو سکتی ہے۔

## اَساتذہ سے تعلق اَور غایتِ اِحترام :

حضرت مفتی صاحب نور اللہ مرقدہٗ اِجلاس صد سالہ دارُالعلوم دیو بند میں شریک ہوئے فراغت کے بعد ہندوستان کے متعدد مقامات پر گئے مراد آباد میں مادرِ علمی جامعہ قاسمیہ بھی تشریف لے گئے وہاں ہر ہر دَرسگاہ میں کچھ کچھ دیر ٹھہرے اَور بتلاتے رہے کہ میں نے یہاں فلاں اُستاذ سے یہ کتاب پڑھی تھی۔ دارُالحدیث میں اُن سے عرض کیا گیا کہ طلبہ کو بخاری شریف کی حدیث پڑھا دیں اُنہوں نے منظور کر لیا لیکن جب سبق پڑھانے لگے تو درمیان میں نہ بیٹھے اُس جگہ سے ہٹ کر بیٹھے

جہاں اُستاذ مکرم مولانا سیّد فخر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہا بیٹھ کر سبق پڑھایا کرتے تھے، اَور یہ وجہ طلبہ کو بتلا بھی دی۔ یہ مثال آج کے دَور میں جو طلبۂ علوم دینیہ ہیں اُن کے لیے قابلِ تقلید سبق ہے۔

## حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ سے تعلق :

حضرت مفتی صاحب کے بارے میں یہ تو ہمارے علم میں نہیں کہ اُنہوں نے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے سبقًا پورے سال حدیث کی کتابیں پڑھی ہوں۔ اُنہیں حضرتؒ سے تعلق خود بخود تھا جس کی وجہ اُن کے اَساتذہ کا حضرتؒ سے نہایت گہرا تعلق تھا۔

مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ جامعہ قاسمیہ کے نائب مہتمم صاحب کے خلاف طلبہ ہوگئے اَور بات اِتنی بڑھی کہ طلبہ نے پڑھائی چھوڑ دی اَور کتابیں داخل کر دیں اُس وقت حضرت مولانا عجب نور صاحب کی تدابیر غالب آئیں طلبہ نے کتابیں واپس لے لیں۔ اِس موقع پر آئندہ کی اِصلاح اَور اُمورِ جامعہ پر غور کرنے کے لیے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو بلایا گیا۔ آپ نے سب طلبہ کے سامنے خطاب فرمایا۔ طلبہ پر اِس کا بہت اَثر ہوا۔ حضرت مدنیؒ اپنے وعظ میں صرف صحیح اَحادیث بیان فرمایا کرتے تھے ایسی صورت میں حدیث شریف کے اُصول کے مطابق سننے والے طلبہ اُن حدیثوں کے شاگرد ہیں اَور وہ اُستاذ۔ اَور اُنہیں اِجازت ہوگی کہ وہ اِس ایک حدیث یا بہت سی حدیثوں کو اِس اُستاذ کی سند سے بیان کریں۔ یہ تو کم اَز کم وہ بات تھی جو میرے علم میں تھی لیکن ہوسکتا ہے کہ اِسی موقع پر یا کسی اَور موقع پر وہاں حضرت مدنیؒ نے حدیث کا کوئی سبق بھی پڑھایا ہو تو پھر سلسلہ ہائے تلمذ مذکورہ صورت کے علاوہ اَور بھی ہوں گے کیونکہ مفتی صاحب خود کو حضرتؒ کے خوشہ چینوں میں شمار کرتے تھے۔ اپنے دَورِ وزارت میں اُنہوں نے اِنٹرویو میں صرف حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے اِستفادہ کا ذکر کیا تھا۔ وہ اِنٹرویو اُس وقت طبع ہوا تھا لیکن حضرت مفتی صاحبؒ کا تعلق حضرت مدنیؒ سے اِتنا زیادہ تھا کہ وہ سب اَساتذہ سے تعلق پر غالب آگیا تھا۔

مارچ ۱۹۸۰ء میں جب دیوبند گئے تو حضرت مولانا محمد اَنور شاہ صاحب ،حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی، حضرت مولانا محمود حسن رحمہم اللہ کے مزارات پر حاضری دی لیکن حضرت مدنی رحمہ اللہ کے مزارِ مبارک پر بہت دیر ٹھہرے اَور روتے رہے۔ بقول صاحبزادہ محترم مولانا فضل الرحمٰن صاحب (ودیگر رُفقاء) کہ مفتی صاحب کو اُنہوں نے کبھی آنسوؤں سے روتے نہ دیکھا تھا سوائے اِس موقع کے جب وہ حضرت مدنی رحمہ اللہ کے مزارِ مبارک پر گئے۔

۱۹۷۵ء میں حضرت والد محترم رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات کے بعد مفتی صاحب میرے پاس تعزیت کے لیے تشریف لائے اِس دفعہ تصوف کے موضوع پر گفتگو ہوتی رہی۔ میں نے دریافت کیا کہ جناب کو آخری مراقبہ کیا تعلیم فرمایا گیا ہے۔فرمایا : '' فَاِنَّہٗ یَرَاکَ '' میں نے عرض کیا کہ حضرت مدنی رحمہ اللہ کے یہاں '' اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ '' آخری تعلیم تھی اَور حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں اِس سے پہلے سالک کو اِجازت نہیں دی جاتی تھی یہی طریقہ حضرت مدنی رحمہ اللہ نے بھی اَپنایا۔ اِس کے بعد میں نے ''نقشِ حیات'' میں سے یہ حصہ دِکھلایا جسے بہت دیر تک مطالعہ فرماتے رہے۔

حضرت مفتی صاحب کے پاس حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی اِسی (اِحسان کے) موضوع پر تقاریر کی صاف آواز میں چند ٹیپیں تھیں۔ وہ اُنہیں ہر وقت اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ ایک دفعہ کہیں سفر پر تشریف لے گئے وہاں اپنی اٹیچی میں دیکھا تو ایک ٹیپ کم تھی فورًا گھر فون کیا کہ وہ ٹیپ تلاش کریں پھر دوبارہ فون کر کے معلوم کیا تو اہلِ خانہ نے بتلایا کہ وہ آپ کے ٹیپ ریکارڈر میں لگی رہ گئی تھی۔ مفتی صاحب نے کہا کہ اِسے نکال کر محفوظ رکھیں اَور اِسے نہ چلائیں اَور نہ کسی کو ٹیپ کرنے کے لیے دیں۔ مولانا فضل الرحمٰن صاحب نے یہ بھی بتلایا کہ حضرت مفتی صاحب گھر میں بعض دفعہ کئی کئی بار یہ تقاریر سنا کرتے تھے (غالبًا ایسا موقع عبدالخیل ہی میں ملتا ہوگا)۔

فضل الرحمٰن صاحب سے مخاطب ہو کر حضرت مدنی رحمہ اللہ کی عالمانہ شان کی طرف توجہ دلاتے تھے کہ عالم کی شان یہ ہوتی ہے کہ وہ بیان میں کوئی گوشہ نہیں چھوڑتا اَور موضوع کے ہر نکتہ پر بحث کرتا ہے یہ بات حضرت رحمہ اللہ کی تقریر میں بدرجۂ اَتم موجود ہے۔

## اَنابت وخشیت :

اِس سال اِجتماع رائیونڈ کے موقع پر حضرت مفتی صاحب اَور حضرت مولانا عبیداللہ صاحب اَنور مدظلہم رائیونڈ گئے حضرت مفتی صاحب حضرت مولانا اِنعام الحسن صاحب اَمیر جماعت تبلیغ کے پاس تشریف لے گئے تو دیر تک مجلس پر سکوت کا عالم رہا اُس مجلس میں موجود سب حضرات اِسی کیفیتِ مراقبہ میں رہے بعض لوگ جو جماعت کا پروگرام بنارہے تھے اِس کیفیت سے ایسے متاثر ہوئے کہ اپنا کام چھوڑ کر اِسی مراقبہ میں شامل ہوگئے۔ یہ واقعہ مجھے خود حضرت مولانا عبیداللہ صاحب مدظلہم نے سنایا اَور یہ کہ یہ اَثرات حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی قلبی حالت کی وجہ سے تھے۔

## قرآنِ پاک سے تعلق وشغف :

تقریبًا اَڑھائی سال قبل رمضان ۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۸ء میں رشید میاں سلمہٗ راولپنڈی حضرت مفتی صاحب سے ملنے گیا۔ مفتی صاحب بہت علیل اَور بے حد مصروف تھے نمازِ عشاء کے بعد تراویح میں خود تو شامل نہ ہوسکتے تھے مسجد جامعہ اِسلامیہ (قاری سعید الرحمٰن صاحب کے یہاں) قرآنِ پاک سنتے رہے۔ قاری سعید الرحمٰن صاحب کے پاس جامعہ اِسلامیہ میں قیام تھا نمازِ عشاء کے بعد تراویح میں تو شریک نہ ہوسکے مسجد کے برآمدے میں باہر بیٹھ کر نہایت اِنہماک سے قرآنِ پاک سنتے رہے اَور رِقت جیسی کیفیت دیر تک رہی۔ اُس وقت رشید میاں نے کوئی بات کرنی مناسب نہ سمجھی یہ بھی اُن کے ساتھ خاموش بیٹھا قرآنِ پاک سنتا رہا۔

## خوش طبعی :

حضرت مفتی صاحب کے مذکورۂ بالا حالات پڑھ کر یہ تصور قائم ہوگا کہ وہ ایک مصروف مفکر اَور علم وسیاست میں منہمک شخص ہوں گے یا تنہائی ملتی ہوگی تو عبادت میں مشغول ہوجاتے ہوں گے حالانکہ وہ اِن سب باتوں کے باوجود خوش طبع تھے ظریف الطبع لوگ بھی اُن کے پاس آتے اَور خوش کن باتوں سے محظوظ ہوتے لیکن ظرافت میں بھی علمیت ہوتی تھی۔

ایک دفعہ فرمانے لگے کہ گھر میں ایک رشتہ دار نے ''چائے پیجیے'' کے بجائے ''چائے کھایئے'' کہہ دیا اِس پر دُوسرے رشتہ دار نے کہا کہ چائے کے لیے پینا ہی بولا جاتا ہے کیونکہ وہ پی جاتی ہے کھائی نہیں جاتی۔ دُوسرے صاحب نے جواب ضرور دیا لیکن بات بے وزن رہی۔ مفتی صاحب گھر میں بیٹھے یہ گفتگو سن رہے تھے۔ اُنہوں نے خود ہی مفتی صاحب سے رُجوع کیا۔ مفتی صاحب نے اُس غریب کی وکالت کی جس نے چائے کے لیے کھانے کا لفظ اِستعمال کیا تھا اَور کئی ایک دلیلیں دیں مثلاً ''شراب'' پی جاتی ہے کھائی نہیں جاتی لیکن فارسی میں شراب نوش کو ''مے خوار'' شراب کھانے والا کہا جاتا ہے۔ اَور قرآنِ پاک میں پانی کے لیے بجائے لفظِ ''شُرْبٌ'' کے '' طَعَامٌ '' اِستعمال فرمایا گیا ہے۔ دُوسرے پارے کے آخر میں یہ آیت آئی ہے فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّيْ وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ اِس طرح اُس عزیز کی نجات ہوئی جو جواب دینے سے قاصر رہ گیا تھا۔

مفتی صاحب کو اَسلاف کے ایسے لطیفے بہت پسند تھے جن میں دِقتِ نظر ہو۔ نکتہ رسی اَور نکتہ سنجی اُن کا مزاج تھا۔ ایک دفعہ فرمانے لگے کہ حضرت مولانا عبید اللہ صاحب سندھی رحمۃ اللہ علیہ چمچے سے کھا رہے تھے ایک شخص نے اُن سے کہا کہ ہاتھ سے کھانا سنت ہے۔ مولانا سندھی نے جواب دیا کہ ''کیا میں پاؤں سے کھا رہا ہوں۔''

اِس قسم کی بہت سی باتیں بہت سے اَحباب بھی لکھیں گے میں اپنے اِس بے ربط مضمون کو اُن کے آخری خواب آخری سفر اَور سفرِ آخرت کے ذکر پر ختم کرتا ہوں۔

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں جنابِ رسالتمآب ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی کہ

''آنحضرت ﷺ اپنی قبر مبارک میں لیٹے ہوئے ہیں اَور مفتی صاحب بلا حائل بہت واضح طرح زیارت سے مشرف ہو رہے ہیں۔''

کراچی میں مولانا محمد صاحب بنوری سے فرمایا کہ

''سفرِ حج پر میں اِس لیے جا رہا ہوں کہ یہ اِس صدی کا آخری حج ہے یہ اَدا کرلوں اَور اُمت کی طرف سے گناہوں کا اِستغفار کروں۔''

جن لوگوں نے مفتی صاحب سے خواب سنا تھا وہ تو یہ سمجھے ہیں کہ حضرت مفتی صاحب نے شاید خواب کی تعبیر یہ لی ہوگی کہ مجھے وہاں حاضری دینی چاہیے اِس لیے سفرِ حج کا اِرادہ فرمایا۔ مولانا محمد صاحب بنوری نے جو کلمات نقل کیے ہیں وہ اپنی جگہ ایک مستقل نیکی ہیں۔

ایک حدیث میں نماز کے آخر میں سلام پھیرنے سے پہلے ایسی ہی دُعاء تعلیم فرمائی گئی ہے جس کے کلمات یہ ہیں : اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِاُمَّةِ مُحَمَّدٍ مَغْفِرَةً عَامَّةً ''اے اللہ ! اُمتِ محمد ﷺ کی عام مغفرت فرمادے۔''

حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ کی دُعاء سحری جو آپ کے خدامِ خاص نے نقل کی ہے یہ ہوتی تھی :

کَرَمَكَ یَا اَکْرَمَ الْاَکْرَمِیْنَ عَلَیَّ وَعَلٰی اُمَّةِ مُحَمَّدٍ.

''اے اَکرم الاکرمین ! اپنے اُوپر اَور اُمت سیّدنا محمد ﷺ پر تیرے کرم کا سوال کرتا ہوں۔''

اَسلاف علماء دیوبند میں پوری اُمتِ محمدیہ عَلٰی صَاحِبِھَا الصَّلٰوةُ وَالتَّحِیَّةُ کے لیے دُعاء اَور محبت وہ اِمتیازی شان ہے جو اُن ہی کا حصہ ہے۔

حسنِ خاتمہ :

ثقلین پر خداوندِ کریم کا سب سے بڑا اِنعام یہ ہے کہ وہ حسنِ خاتمہ کی دولت سے نواز دے حق تعالیٰ نے حضرت مفتی صاحب نور اللہ مرقدہٗ پر یہ اِنعام ظاہر و باہر طریقہ پر فرمایا۔

مولانا محمد صاحب بنوری نے مجھے بتلایا کہ حضرت مفتی صاحب چند روز سے کراچی قیام فرما تھے میں نے اُن دِنوں کئی بار عرض کیا کہ کپڑے تبدیل فرمالیں لیکن اُنہوں نے اِس کی ضرورت نہ سمجھی۔ ۱۳ را کتوبر کی شام سے رات تک پیر صاحب پگاڑا کے یہاں وقت گزرا وہیں رات کا کھانا تناول فرمایا پھر قیام گاہ تشریف لے گئے۔

۱۴/ اکتوبر کی صبح جامعہ اِسلامیہ بنوری ٹاؤن تشریف لائے۔ غسل فرمایا کپڑوں کو خوشبو لگوائی وہ کپڑے زیبِ تن فرمائے۔ مولانا محمد بنوری بتلا رہے تھے کہ حضرت مفتی صاحب اُس دِن نمایاں طور پر منور چہرہ نظر آرہے تھے اَور اُن پر یہ نور یقیناً رُوحانی تھا۔ طبیعت بہت بہتر اَور بشاش تھی کچھ دیر بعد مسائل پر گفتگو کے لیے وہ میٹنگ ہونے والی تھی جس کے بارے میں مولانا تقی صاحب عثمانی نے تحریر فرمایا کہ :

''مفتی صاحبؒ نے فرمایا سب سے پہلے تو مجھے یہ عرض کرنا ہے کہ زکات کا مسئلہ چونکہ خالص دینی مسئلہ ہے اِس لیے ہمیں اِس پر خالص فقہی نقطۂ نظر سے گفتگو کرنی چاہیے اَور کسی بھی دُوسرے نقطۂ نظر یا کسی قسم کی نفسانیت کو دَرمیان میں نہیں آنا چاہیے۔ الحمدللہ! مجھے اِس پر اطمینان ہے کہ اگر آپ کی بات میری سمجھ میں آگئی تو اُسے قبول کرنے میں مجھے کوئی عذر نہ ہوگا اَور یہی اُمید بحمدللہ آپ سے بھی ہے کہ اگر میری بات آپ کی سمجھ میں آگئی تو آپ اپنی بات پر اِصرار نہیں کریں گے اَور اِسی اُمید پر میں نے زبانی گفتگو مناسب سمجھی ہے تاکہ اگر فتوؤں میں اِتفاق کی صورت پیدا ہو جائے تو زیادہ بہتر ہے۔''

مولانا تقی صاحب عثمانی لکھتے ہیں :

''حضرت مفتی صاحبؒ نے اِس نکتے کی وضاحت بڑی تفصیل کے ساتھ مدلل اَنداز میں فرمائی اِس پوری گفتگو میں کسی اَدنیٰ کمزور غائب دماغی یا کسی جسمانی یا ذہنی تکلیف کا مطلق اِحساس نہیں ہوا۔ حضرت مفتی صاحب پہلے نکتہ سے فارغ ہو چکے تھے اَور دُوسرے نکتے کو بیان کرنے سے پہلے بات کو سمیٹ رہے تھے کہ اَحقر نے جو اُن کے بالکل سامنے بیٹھا تھا چہرہ پر اَچانک معمولی سی کمزوری اَور سفیدی محسوس کی اَور چند لمحوں کے لیے ہونٹوں میں ہلکی سی لرزش بھی پیدا ہوئی اِسی حالت میں اَچانک حضرت مفتی صاحب نے اَپنا بایاں ہاتھ پیشانی اَور سر پر رکھا اَور کچھ کہے بغیر اپنی بائیں کروٹ پر گر گئے۔''

مجھے مولانا محمد صاحب بنوری نے بتلایا کہ بائیں جانب برابر میں وہ بیٹھے تھے۔ مفتی صاحب نے ایک بار اَللّٰہُ کہا اَور اُن کی گود میں آگئے۔ [1]

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

یہ بہت بڑا حادثہ ہے کہ حضرت مفتی صاحب ہم سے جدا ہوگئے لیکن خود اُن کی کتنی بڑی خوش نصیبی ہے کہ سفرِ حج، علمی مجلس (جو اِخلاصِ نیت سے شروع کی گئی) اَور پھر زندگی کے آخری ثانیہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا نام پاک زبان پر جاری ہوا۔ سبحان اللہ! کیسی وہبی سعادت ہے۔

کَمَا تَحْیَوْنَ تَمُوْتُوْنَ وَکَمَا تَمُوْتُوْنَ تُحْشَرُوْنَ .

''جیسے زندگی گزارو گے اُسی طرح مرو گے اَور جیسے مرو گے اُسی طرح اُٹھائے جاؤ گے۔''

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے شہید کیے جانے سے پہلے فرمایا تھا :

وَلَسْتُ اُبَالِیْ حِیْنَ اُقْتَلُ مُسْلِمًا
عَلٰی اَیِّ جَنْبٍ کَانَ فِی اللّٰہِ مَصْرَعِیْ

''جب میں اِسلام کی حالت میں شہید کیا جا رہا ہوں تو مجھے یہ پروانہیں کہ کس کروٹ خدا کی راہ میں میری شہادت ہوئی۔''

اللہ تعالیٰ اُن کو بلاحساب جنت میں داخل فرمائے اَور اُن کی اَولاد کو ایسے اَوصافِ جلیلہ اَور اپنے دَربار میں قبولیت عطا فرمائے، آمین۔

سیّد حامد میاں غفرلہٗ
خازن نظام العلماء پاکستان
(کالعدم جمعیت علمائے اِسلام ضیائی مارشل لاء، ناقل)
شنبہ ۱۱؍صفر ۱۴۰۱ھ/ ۲۰؍دسمبر ۱۹۸۰ء

[1] ۴؍ذی الحجہ ۱۴۰۰ھ/ ۱۴؍اَکتوبر ۱۹۸۰ء بروز منگل

# مکتوبِ گرامی

## حضرت مولانا مفتی محمود صاحبؒ

## بنام

## حضرت اَقدس بانئ جامعہؒ

حضرت رحمة اللہ علیہ کے مضمون کے اِختتام پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ کے نام حضرت مولانا مفتی محمود صاحبؒ کا یادگار تاریخی مکتوب جو دونوں بزرگوں کے باہمی تعلق و محبت کی عکاسی کررہا ہے نذرِ قارئین کردیا جائے۔(محمود میاں غفرلہٗ)

باسمہ تعالیٰ

حامداً مصلیًا مسلمًا

الاعز الارشد الفاضل الجليل ذوالمجد الاثيل

المولوی حامد میاں بورك فی درجاتكم

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہٗ مزاج گرامی خیریت طرفین مسئول

عرصہ ہوا ہے کہ اَحقر کو معلوم ہوا کہ آپ اپنے محبوب وطن، والدِ محترم و دیگر اَقارب واَکابر کو خیر باد کہہ کر دیارِ پاک سے تشریف لاکر لاہور میں رَونق اَفروز ہیں۔ اِس حقیر کا فریضہ تھا کہ اِطلاع پاتے ہی آپ کی خبر گیری کرتا اَور اپنی حقیر خدمات سے آپ کی دِل جوئی کرتا لیکن ساتھ ساتھ یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ مدرسہ اَشرفیہ میں خدمتِ تدریس میں مصروف ہو چکے ہیں اِس لیے کچھ اِطمینان بھی ہوا اَور یہ اِطمینان اِس کا باعث ہوا کہ سُرعت سے عریضہ نہ پیش کرسکا۔

اَب اِس عریضہ سے اَحقر کا مقصدِ وحید یہ ہے کہ اِس عاجز سے جس نوع کی خدمت متصور ہوسکتی ہے اِس میں کسی قسم کا دریغ ممکن نہیں۔ آپ یوں تصور کریں کہ یہاں پاکستان میں میرا ایک اَیسا خادم بھی موجود ہے جس کی تمام طاقتیں آپ کی مملوکہ ہیں اَور جو ہر مصیبت غم و دَرد (اَعاذنا اللہ) میں آپ کے ساتھ شریک ہوسکتا ہے۔ عاجز کے قلب میں آپ کے لیے جو جگہ ہے اُس کی تعبیر قالبِ اَلفاظ میں ڈھل نہیں سکتی اَور نہ قلم اَیسے نقوش لکھنے پر قادر ہے جو مطابقۃً اِس پر دلالت کرتے ہوں۔

حضرت الاستاذ جناب مولانا محمد میاں صاحب دامت برکاتہم کے اَلطاف و عنایات اِس حقیر پر اِتنے ہیں جن کا واجبی تقاضا ہے کہ میں بِلا چوں چرا اَپنے کو آپ کے لیے وقف کر دُوں، میرے عریضہ کو تصنع اَور عرفی تحریروں سے کوسوں دُور سمجھیے نہایت سادہ اَلفاظ میں پھر آپ سے اِستدعا کروں گا کہ جو بھی اَحقر کے لائق خدمت ہو سکے بِلا تکلف اَحقر کو لکھیں حسب الاستطاعت اِس اہم فریضہ کے اَدا کرنے کو فخر سمجھوں گا، اَبھی پرسوں حضرت الاستاذ مدظلہم کا والا نامہ موصول ہوا تھا محبت آمیز الفاظ سے اَحقر کو نوازا گیا تھا۔ بالکل عافیت سے ہیں، الحمدللہ۔

اُستاذ محترم حضرت مولانا محمد عجب نور صاحب بنوں شہر میں ایک مدرسہ عربیہ کی بنیاد ڈال چکے ہیں۔ اہتمام کی خدمت اُن کے سپرد ہے خوش و خرم ہیں واپس مرادآباد جانے کا خیال ترک کر چکے ہیں اُن کے صاحبزادے حافظ عبدالحلیم یہاں میرے پاس مقیم ہیں۔ مختصر المعانی، سُلّم، نورالانوار پڑھتے ہیں۔

اَحقر کے مختصر حالات یہ ہیں کہ پہلے تین سال میانوالی کے ایک مدرسہ میں خدمت تدریس اَنجام دیتا رہا۔ پھر اِس کے بعد اپنے صوبہ سرحد میں خدمتِ علوم باقاعدہ کرتا رہا نیز سیاسی خدمات بھی حتی الوسع کرتا رہا۔ پاکستان بن جانے کے بعد سیاسی تعطل

کا زمانہ آیا جس میں چند سال گزارے لیکن تدریس باقاعدہ کرتا رہا عرصہ دو سال سے یہاں ملتان میں مدرسہ قاسم العلوم نے اَحقر کو مدعو کیا۔ اَب دو سال سے یہاں حسب الاستطاعت کام کرتا ہوں ۔ اِفتاء کا کام بھی اَحقر کے سپرد ہے اِس کے علاوہ ہدایہ آخرین، مسلم شریف، قاضی مبارک، شمس بازغہ، مسلم الثبوت پڑھاتا ہوں۔

اُمید واثق ہے کہ آپ ضرور اپنے کوائف سے تفصیلاً اِطلاع دیں گے۔ یہاں پر آنے کے اَسباب بھی اگر اِختصار سے تحریر فرمائیں تو عنایت ہوگی، حافظ عبدالحلیم صاحب کی جانب سے سلامِ مسنون قبول ہو۔

مجھے اُمید ہے کہ میری صورت آپ کے ذہنِ مبارک سے زائل نہ ہوئی ہوگی ۔ اِس لیے کہ یہ حقیر تو اَب تک مراد آباد کے زمانہ اَور آپ کے والد محترم کے اَلطاف کو اَز بر کیے ہوئے ہے۔

دعواتِ صالحہ میں اِس حقیر کو فراموش نہ فرمائیں غائبانہ دعوت کی اَجابت سریع ہوتی ہے ۔ اَلْمَقَاصِدُ قَاصِیَۃٌ وَاَنَّ ھٰذَا الْعَبْدَ الْحَقِیْرَ الضَّعِیْفَ کَلٌّ لَا یَقْدِرُ عَلٰی شَیْئٍ اِلَّا بِفَضْلِ اللّٰہِ جَلَّ مَجْدُہٗ دُمْتُمْ وَفُزْتُمْ بِمَارُمْتُمْ .

والسلام

(مفتی) محمود ڈیروی عفا اللہ عنہ

مدرس مدرسہ عربیہ قاسم العلوم ملتان شہر

۲۱ ر جمادی الاولیٰ ۱۳۷۲ ر ہجری